OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:3, Issue: 1, Jan -June 2022
DOI:10.51665/al-duhaa.003.01.0172, PP: 310-323

حافظ ابنِ قیمؒ کا تعارف اور عمومی طرزِ فکر و نظر کا تجزیاتی مطالعہ

An introduction to Hafiz Ibn Qayyiam and an analytical study of his general thoughts

Published:
01-06-2022
Accepted:
15-05-2022
Received:
31-12-2021

Sajid Hussain
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, Hazara University, Mansehra
Email: professorsajidhussain@gmail.com
https://orcid.org/0000-0003-3306-7474

Prof. Dr. Syed Azkia Hashimi
Chairman Department of Islamic and Religious Studies, Hazara University, Mansehra
Email: azkiahashimi@gmail.com
https://orcid.org/0000-0003-3722-3518

Abstract

Hafiz Ibn Qayyiam was the beacon of a learned family. He was an epitome of eloquent speeches, power of reasoning, Coherence, Poetry and Medicine along with the paramount importance in numerous attributes and achievements. Author of over a hundred books was teacher like Taymiyya and student like Ibn kathir. The most devout, who endured a great deal of hardships for the sake of righteousness and truth. He was a proponent of social intellectual freedom. In all cases, he upheld the supremacy of Quran and Hadith, and focused on incidental issues rather than hypothetical issues. Keeping In view the general thoughts and visions towards speech and writing, he was unmatched in contemplation and comprehension of issues within each authorship and diversity of culture. Particular in Jurisprudence, he has distinct Identity to present principles of objectives, similarities, and the articulation of arguments for and against, and then the reasons of preference in the articulation of arguments, Unambiguous and unanimously acceptable practical jurisprudence. Despite being Hanbali sect, he sternly disapproved the false/blind imitation and would stress on the supremacy of Quran and Hadith. He would publicize the Sharia principles of a religion like. "باب سد الذرائع" It is appropriate to adopt such qualities and attributes, principles, and way of thinking and vision of such an important personality.

Keywords: *Hafiz Ibn Qayyiam, jurisprudence, Hadith.*

تمہید وخلاصہ :

حافظ ابنِ قیمؒ ایک علمی گھرانہ کے فرد/چشم وچراغ تھے، قوتِ استدلال، حسنِ ترتیب،پُرجوش تقریر وبیان، شاعری، طبّ سمیت متعدد اوصاف وکمالات میں یکتائے روزگار تھے۔100 سے زائد کتب کے مصنف،ابنِ تیمیہؒ جیسے استاذ اور ابنِ کثیرؒ جیسے شاگرد تھے۔بے حد عبادت گزار،حق کی خاطر بڑے بڑے مصائب برداشت کرنے والے تھے،معاشرتی، فکری آزادی کے داعی تھے،ہر حال میں نصوص کی بالادستی قائم تھے۔فرضی مسائل کے بجائے واقعاتی مسائل پر توجہ مرکوز ومبذول رکھتے تھے۔تقریر وتحریر کے حوالے سے عمومی طرزِ فکر ونظر رکھتے ہوئے، ہر تصنیف کے اندر مسائل میں تفقّہ وادراک اور تنوّعِ ثقافت میں اپنی مثال آپ تھے، خصوصاً فقہ میں اصول ومقاصد،اشباہ ونظائر اور بیانِ دلائلِ موافق ومخالف اور پھر اپنے دلائل ووجوہِ ترجیح بیان کرنے میں اور عملی فقہ اجتماعی ومقارن پیش کرنے میں جداگانہ شان ہے۔حنبلی المسلک ہونے کے باوجود تقلیدِ جمودی(باطل) پر خوب شدّومد سے ردّ کرتے ہوئے نصوص کی بالادستی پر زور دیتے ہیں۔باب سدّ الذرائع جیسے شرعی اصولوں سے دین کی وسعت وسہولت کو خوب آشکارا کرتے تھے۔پس مناسب ہے کہ اتنی اہم شخصیت کی ایسی صفات واوصاف اور اصول وطرزِ فکر ونظر سے استفادہ کیا جائے۔

تعارف حافظ ابنِ قیم الجوزی الدمشقیؒ اور تعلیمی سلسلہ ، نسبی/خاندانی تعارف :

07 صفر المظفر 691ھ ، بمطابق 4 فروری،1292ء ، ملکِ شام میں شہرِ دمشق کے نزدیک حاوران میں عزرا نامی گاؤں اور حوران کی ایک " زرع " نامی بستی میں پیدا ہوئے ، لقب امام شمس الدین ، کنیت ابو عبداللہ ، نام محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن حریز بن مکی زین الدین الزرعی[1] الدمشقی الحنبلیؒ ، مشہور عرفی نام ابنِ قیم الجوزیہ الدمشقیؒ ، تاریخ وفات 13 رجب المرجب 751 ھ ، بمطابق 1356ء بوقتِ نمازِ عشاء رحلت ہوئی[2] "۔ مگر زیادہ بہتر 1350ء ہے،ابنِ قیمؒ کے دو قابل ترین شاگرد "ابنِ کثیرؒ اور ابنِ رجبؒ" کی بھی یہی رائے ہے[3]۔

تاہم دمشق " منتقل ہوئے ، "جوزیہ "ایک مدرسہ کا نام تھا، جو امام جوزیؒ کا قائم کردہ تھا،آپ کے والد " شیخ ابو بکر بن ایوب زرعیؒ " ایک زمانہ تک دمشق میں حنبلی مسلک کے لئے وقف شدہ مدارس میں سے ایک مدرسہ " جوزیہ " کے (قیم) ذمہ دار /نگران رہے، تبھی آپ ابنِ قیم الجوزیہ کے نام سے مشہور ہوئے ، چنانچہ یہ نسبت آگے اولاد کی طرف منتقل، مشتہر ہوئی،ان کے والد علمِ فرائض کے ماہر وکبیر عالم تھے[4]۔ محققین کے نزدیک ابنِ تیمیہؒ کے بعد ابنِ قیمؒ جیسا محقق کوئی نہ گزرا، فنِ تفسیر، حدیث وفقہ،استنباط واستخراج،آدابِ سحرگاہی سے آشنا،نہایت عبادت گزار،مصیبتوں اور پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے،برداشت کرنے والے،صبر وشکر کے پیکر،دعا والحاح وزاری میں رب کو منانے میں سخت چٹان جیسے دل والے کو بھی رُلا دینے والے،توحید وسنت کے سخت حامی، شرک وبدعات کے شدید مخالف،اندھی تقلید کے شدُّومد سے ردّ کرنے والے،صواب واَصوب کی تلاش واختیار میں تقلیدِ شخصی وجمودی کو بالائے طاق رکھنے والے[5]،فکری گہرائی، قوتِ استدلال اور حُسنِ ترتیب پُرجوش تقریر وبیان کے شہسوار، شعر وشاعری کا بے مثال ذوق رکھنے کے ساتھ ایک ماہر طبیب بھی تھے،چنانچہ "طبِ نبوی" نامی ایک یادگار تصنیف چھوڑی۔100 سے زائد تصانیف چھوڑیں،آپکو ایک بڑی تعداد میں احادیثِ رسول ﷺ،اقوالِ تابعین وتبع تابعین بھی یاد تھے،ایسی ایسی کتب سے استفادہ کیا، جن تک کسی اور کی دسترس،رسائی نہ ہوئی۔اپنے استاذ "ابنِ تیمیہؒ (تقی الدین)" کے ساتھ "ان کی مصر سے واپسی پر 712ھ بمطابق 1312ء سے تقریباً 16 سال، مرتے دم تک "لازم ولزوم رہے،

ابنِ قیمؒ کے زمانے سے پہلے فتنۂ تاتار اور صلیبی جنگوں کا زمانہ گزرا تھا، اس کے اثرات بھی دینی جوش و خروش کی صورت میں باقی تھا۔

سفر علمی، اساتذہ و شیوخ:

شیوخ و اساتذہ کی فہرست ہے، مگر یہاں چند مشہور کا ذکر کیا جاتا ہے، روایات کا سماع شیخ علی شہاب نابلسیؒ عابر، قاضی تقی الدین بن سلیمانؒ، فاطمہ بنتِ جوہر، ابو بکر ابن المسند زین الدین احمد بن عبد الدائم، وغیرہ سے فرمایا، عربی علوم علی بن ابی الفتح البعلی اور شیخ مجد الدین التونسیؒ سے حاصل کیے، علمِ میراث اپنے والدِ گرامی "ابو بکر بن ایوب" سے اول پڑھا، جن کو اس فن میں خصوصی مہارت تھی، پھر علی اسماعیل بن محمد سے پڑھا، علمِ فقہ، فرائض و فقہ و اصول علی اسماعیل بن علی مجد الدین بن محمد الفراء الحرانیؒ اور شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ وغیرہ سے سیکھا، علمِ اصول و تفسیر، فقہ، فرائض، کلام، اصلین شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام النمیری علی ابنِ تیمیہؒ سے حاصل کیے، زین الدین ابراہیم بن محمد الشیرازیؒ، شیخ صفی الدین الھندیؒ اور اہلِ علم کی ایک جماعت سے حاصل کیا، ابنِ تیمیہؒ کے بھائی شرف الدین عبد اللہ ابو محمد بن عبد الحلیم بن تیمیہؒ سے فقہ لی، تاہم شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کے "مصر" سے سن 712ھ واپسی سے لے کر ان کی وفات سن 728ھ تک انہی سے لازم و ملزوم رہے، اور ان کے ٹھاٹھیں مارتے علومِ سمندر اور کی مستند ترین آراء سے تقریباً دس سال بھرپور سیراب ہوئے، اور ان کی محبت ان پر غالب رہتی تھی، ان کے دستِ بازو بنے رہے، یہاں تک کہ خود وہ بھی دوسرے شاگردوں کی بنسبت انہی کی شاگردی سے مشہور ہوئے، قدیم و جدید مؤرخین نے بہت اہتمام سے ان کی تعریف اور فضل و شان کا ڈھنکا بجایا، اگرچہ جہاں دلائل و براہین سے ان سے اختلاف ہوا، تو کوئی کسر روانہ رکھی، اسی طرح دیگر اساتذہ، مثلاً: محمد قاضی بدر الدین ابن جماعہ الکنانی الحموی الشافعی الامام المشہور، محمد شمس الدین ابو عبد اللہ بن ابی الفتح البعلبکی الحنبلیؒ الفقیہ اللغوی النحوی (ان سے فقہ اور عربیت لی)، محمد صفی الدین بن عبد الرحیم الأرموی الصفدی الھندی الشافعیؒ (ان سے اصلین یعنی اصول فقہ و توحید لیا)، محمد شمس الدین ابو عبد اللہ بن مفلح المقدسی الحنبلیؒ (ابنِ قیمؒ بہت زیادہ مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے اور اختیار فرماتے ہیں)، یوسف جمال الدین بن زکی الدین الدمشقی الشافعی امام المحدثین (ان سے ابنِ قیمؒ اپنی کتاب میں لفظِ "شیخنا" سے بہت زیادہ نقل کرتے ہیں)۔

تلامذہ:

آپ کے شاگرد تو بہت زیادہ ہیں، تاہم ان میں سے بعض یہ ہیں، آپ کے بیٹے شرف الدین عبد اللہ بن محمد، اور امام ابنِ کثیرؒ اسماعیل عماد الدین ابو الفداء بن عمر بن کثیر القرشی الشافعی، حافظ عبد الرحمٰن زین الدین ابو الفرج بن احمد بن عبد الرحمٰن الملقب برجب حنبلیؒ بغدادیؒ، محمد شمس الدین أبو عبد اللہ بن احمد بن عبد الہادی بن قدامہ المقدسی الحنبلیؒ الحافظ الناقد، شمس الدین محمد بن عبد القادر نابلسیؒ،[6] آپ کے بیٹے برہان الدین ابراہیم، علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام السبکیؒ، محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذھبی الترکمانی الشافعیؒ، محمد بن یعقوب بن محمد محی الدین ابو الطاہر الفیروز آبادی الشافعیؒ وغیرہ۔[7]

عقیدہ/مذہب و منہج:

امام ابنِ قیمؒ کا بابِ عقائد میں انداز بالکل ہر قسم پیچیدگی سے پاک و صاف تھا، جب بھی وجودِ باری تعالیٰ پر استدلال کرتے، قرآنی، فطرتی، ذوقِ سلیم درست فکری نظریہ "کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو پہچاننا ہے تو اپنے نفس/آپ میں، اور اپنے دائیں بائیں آفاقِ عالم میں غور کرو،" سے کرتے، چنانچہ فلسفیانہ اور دور کے نظریات و افکار کی طرف نہیں جاتے تھے،

فرماتے ہیں، کائناتی نقشوں میں غور کرکے اس کے خالق، مالک، صانع کے وجود کو پہچاننا علم وعقل کے عین مطابق ہے، وگرنہ پھر محروم عقل وفطرت کو ہی موردِ تہمت سمجھنا چاہیئے، پس ہر ایسے عقیدہ سے بچے، کہ جس سے بعد میں رجوع کرنا پڑتا، جیسا کہ بعض اہلِ علم اپنی زندگی کے آخری ایام میں حسنِ خاتمہ کے پیشِ نظر اپنے بعض عقائد سے رجوع کرکے کتاب وسنت کی طرف مائل ہوگئے۔

امام ابنِ قیمؒ اپنے دور کے مختلف اضطرابات خارجیہ، اور دولتِ اسلامیہ کے انہدام کے سبب فرقہ بندی کو ترک کرکے کتاب وسنت کو ہی تھامنے کا حکم کرتے نظر آتے ہیں، آراء واہواء اور اہلِ بدع کی راہوں پر چلنے کے بجائے ان سلَفِ صالحینؒ کی پیروی کی کا حکم دیتے نظر آتے ہیں، کہ جو بلاواسطہ خود آپ ﷺ سے ملاقات وفیض یا فنگی کے حاملین ہیں، اور ظاہر ہے کہ رسول درہم ودینار کے وارث نہیں بناتے، بلکہ علم کے وارث بناتے ہیں، چنانچہ حضرت قتادہؒ سے حضرت سعیدؒ نقل کرتے ہیں کہ: آیت "وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ"[8]

سے آپ ﷺ کے صحابہ مراد ہیں، امام ابنِ قیمؒ نے تقلیدِ جمودی ومحض کے بطلان پر بہت توانائیاں صرف کیں، نیز بہت بڑی علمی، عبقری شخصیت کے مالک ہونے کے باوجود حنبلی المسلک تھے، تاہم بہت سارے مقامات پر فقہ حنابلہ سے اختلاف کرتے ہوئے باقی مذاہبِ فقہیہ سے بھی فقہ مقارن کے طور پر جدید رائے اختیار کی، یاد رہے مذاہب کی معرفت کے لئے جاننا، پرکھنا اور پھر راجح وقوی کو اختیار کرنا جدا شئے ہے اور اندھی تقلید جدا معاملہ ہے۔

آپ کا زمانہ ساتویں صدی ہجری کے نصف سے بعد کا ہے، اور اس وقت تک ائمۂ اربعہ کی تقلید کا دور غالب، چھا چکا تھا، چنانچہ اہلِ علم کی تمام تر تصنیفی وتالیفی کاوشیں اس تقلیدی خول میں بند رہتی تھیں، لیکن آپ نے تقلید جمودی کے اس بندھن کو توڑتے ہوئے ڈھیروں مسائل میں خود حنابلہ سے اختلاف فرمایا، مثلاً: قیدی لونڈی سے استبراء رحم کے بعد قید میں رکھنے والے کی وطی کا جائز رکھنا، اگرچہ اس باندی کا شوہر بھی موجود ہو، پس ایک مضبوط رائے رکھتے ہوئے علی الاطلاق مذاہبِ فقہیہ سے اختلاف کرتے تھے، آپ کا اصل مبداء تحقیق اجتہاد تھا، اور جمودی تقلید کو اٹھا پھینکنا تھا، یہاں تک کہ " صاحبِ شذرات " نے آپ کو " مجتہدِ مطلق " کہہ دیا، کہ آپ تو حق ہی کے ساتھ چلنے والے، قرآن، سنت اور عملِ صحابہ کو لینے والے، نظرو استدلال میں درست رائے رکھنے والے، جیسا کہ ان کی کتب، مثلاً: " اعلام المؤقعین، زادالمعاد، اور کتاب ہٰذا، احکام اہلِ ذمہ " سے یہ حقیقت واضح ہے، اعلام المؤقعین میں سو سے زائد مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں، اور زیادہ اہم بات یہ کہ آپ معاشرتی فکری آزادی کی داعی تھے، چنانچہ " ایک سچے آدمی کی شہادت کو قبول کرنا، تعاقد کی آزادی کو مبداء بنانا، اور فضولی کے عمل کو مصلحت کے طور پر لے لینا " اسی فکر کا اثر ہے، نیز فقہ میں آپ کا منہج عام " نصوص کی ہی عام بالادستی قائم رکھتے ہوئے، مسائلِ واقعیہ (پیش آمدہ) پر طاقت مبذول کرتے تھے، اور آئندہ ممکنہ، فرضی مسائل پر تفریعات نہیں بٹھاتے تھے، استنباط احکام میں کتاب، سنت، اجماع، فتاوی صحابہ، قیاس، استصحابِ اصل، مصالحِ مرسلہ، سد ذرائع اور عرف وعادت " کو لیتے تھے۔

اپنے شیخ "ابنِ تیمیہؒ" کی طرح آپ کے اندازِ تحریر کا یہ عالم ہے، کہ ایک موضوع کی تصنیف کے تحت ضرورت ومناسب سے ہر ہر علم سمویا، پرویا نظر آتا ہے، مثلاً: علمِ کلام کی تصنیف میں مسائلِ فقہیہ، دلوں کو نرم کرنے والے مواعظ، اور تصنیفِ فقہ واصول میں أبحاثِ کلامیہ ومواعظ، اور تصنیفِ سیرۃ میں تاریخی واقعات کے ساتھ انسانی نفوس کو ہدایت وخیر سے جوڑنے کے مضامین، اور کتبِ مواعظ ورقاق میں محض قصہ گو، واعظین کی بے تکی خبروں اور قصوں کے بجائے گہری

بحثیں کی گئیں، جن میں کائنات وزندگی اورانسان کے نقشوں اور ذمہ داریوں کو واضح اوراجاگر کیا گیا، چنانچہ "اِحکام اِھل الذمۃ" کو ہی دیکھ لی جیئے، کہ جس میں تفقہ وادراک اور تنوّعِ ثقافت کی ایک دنیابسی ہوئی ہے، جس میں جزیہ، خراج، ذمیوں سے مالی معاملات میں شراکت داری اور تعامل، نکاح ومناکحات، مہر ومواریث، ذمیوں کی اولاد کے دنیوی واخروی احکام، ان کے عبادت خانوں کے مسائل، مشابہت کفار کے حوالے سے شروطِ عمریہ کی تاریخ وتفصیل، صابئین سامرہ کا حال، یہود کے گروہ اوران کا نقضِ عہد، اسی طرح مفسدین وغیر مفسدین ذمیوں کے ساتھ معاملات کے مسائل لائے گئے ہیں۔

فقۂ ابنِ قیمؒ کا مطمحِ نظر اور مقاصد:

آپ کا بنیادی واصلی مقصد، لوگوں کا تمام تر فکری ونظری اختلافات سے بالائے طاق ہوتے ہوئے فکری وتقلیدی جمود سے آزاد ہو کر صرف قرآن وسنت کے تحت چلنا چاہیئے، چنانچہ آپ کے اغراض ومقاصد میں سے چند درج ذیل ہیں:

عقائد میں طریقِ سلف کی طرف دعوت دینا۔

حریتِ فکر ونظر (اندھی تقلید کا بطلان پیش کرنا)۔

بے بنیاد حیلوں کے تحت استہزاء بالدین کی غلط روش کے خلاف اعلانِ جنگ کرنا۔

روح شریعت کا فہم وشعور حاصل کرنا۔

ابنِ قیمؒ کے ہاں تین قسم کی تقلید باطل ہے:[9]

اللہ کے نازل کردہ احکام سے اعراض کرکے آباؤاجداد کی تقلید کو لازم سمجھنا۔

ایسے شخص کی تقلید کرنا، جس کے اقوال کے بابت قابلِ عمل وغیر قابلِ عمل ہونا معلوم نہ ہو۔

متبوع شخص کے قول کے خلاف مخالف دلائل وحجت قائم ہونے کے باوجود اس کی تقلید کرنا۔

پس ایسی باطل تقلید کی نقلی وعقلی دلائل سے ردّ فرمائی۔[10] نیز ابنِ قیمؒ نے باطل حیلہ جات کی نو وجوہ سے ردّ فرمائی۔[11] ابنِ قیمؒ نے باطل حیلہ جات کی چار اقسام بیان کیں،[12] جب کہ ابنِ تیمیہؒ نے پانچ اقسام بیان کی ہیں۔[13] ابنِ قیمؒ نے مباح حیلہ جات کی 117 مثالیں لائی ہیں۔[14] بابِ سدِ ذرائع کے حوالے سے فرماتے ہیں، کہ محرمات اور مکروہات کے وسائل بھی حرام ومکروہ ہوتے ہیں، کیونکہ اسباب اور مقاصد دونوں مقصود بالذات ہیں، چنانچہ ابنِ قیمؒ نے ذرائع کی چار اقسام بنائیں۔[15] اور محرمات کے ذرائع کے سدِ باب کو رُبعِ دین قرار دیا۔

ابنِ قیمؒ کا عمومی طرزِ فکر ونظر:

اپنے نظریہ پر عقلی اور نقلی دلائل کثرت سے لانا۔

فقہاء کے نظریات لاکر پھر اپنا ایک معتدل نظریہ/رائے اور مسلک منتخب کرکے دلائل سے مؤید کرنا۔

مخالفین کے دلائل ذکر کرکے تردید کرنا۔

آیات کی تفسیر احادیث کی روشنی میں کرنا۔

کسی بھی مخصوص فرقہ سے تعصب نہ رکھنا۔

نصوصِ شرعیہ لاکران سے مسائل استنباط کرتے ہیں، اور فقہاء کے اقوال سے تعرض نہیں کرتے۔

دیگر اہلِ علم کی طرح ایک مسئلہ لاکراس پر نصوص ودلائل نہیں لاتے، بلکہ عموماً اولاً نصوص لاتے ہیں، پھر اس

سے غیر جانب دار ہو کر مسائل مستنبط کرتے ہیں۔[16]

کبھی اقوالِ فقہاء کا قدرِ مشترک نکال کر اپنے مسلک کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں،[17] مثلاً: مسئلۂ خضانت، کبھی ان میں سے اقویٰ قول لیتے ہیں، جیسے لفظِ قروء،[18] کبھی دو قولوں میں تیسرا متوسط قول لیتے ہیں۔

اصولِ استنباط ابنِ قیمؒ کے نزدیک" نصوص، غیر مختلف فیہ فتاویٰ صحابہؓ، مختلف فیہ فتاویٰ صحابہؓ، حدیثِ مرسل وضعیف، قیاس"جب کہ امام احمدؒ[19] (ابنِ قیمؒ کے مقلّد) کے ہاں "کتاب، سنت، فتاویٰ صحابہؓ، مصالحِ مرسلہ، سدِّ ذرائع "جب کہ ابنِ قیمؒ کے شیخِ خاص "ابنِ تیمیہؒ"[20] کے ہاں "کتاب، حدیثِ نبوی، فتاویٰ صحابہؓ، فتاویٰ تابعین، اجماع، قیاس، استصحاب، مصالحِ مرسلہ، ذرائع" ہیں۔ پس ابنِ قیمؒ نے "کتب وسنت" کو اساسِ استنباط قرار دیتے ہوئے ان کے مقابلے میں استنباط کو حرام کہا، اور چھ سے زائد دلائل قائم فرمائے۔[21]

یہ اعتقاد لازم ہے، کہ احادیثِ صحیحہ میں سے کوئی حدیث قرآن کے مخالف نہیں ہو سکتی، بلکہ کتاب وسنت میں باہم تعلق تین طرح کا ہے، اول: قرآن کے بالکل موافق، مطابق، مؤیّد اور مثبت احادیث، دوم: قرآن کی شارح، موضح اور ترجمان احادیث جو اس کے مطلق احکام کو مقید کرنے والی ہیں، سوم: قرآن جن احکام سے (بدرجۂ وضاحت) خاموش ہے، ان احکام کی وضاحت کرنے والی احادیث۔ ابنِ قیمؒ کے ہاں ان تینوں قسم احادیث میں سے کسی کو بھی ردّ نہیں کیا جاسکتا۔[22]

امام شافعی واحمدؒ کی طرح ابنِ قیمؒ کے ہاں بھی احادیث جب عموم القرآن کے معارض ہوں، تو وہ احادیث متروک العمل نہ ہوں گی، اور ان سے احتجاج ہوگا۔

سنتِ رسول کی یہ عظمت ہے کہ بسا اوقات کتاب اللہ میں ایک سے زیادہ احتمالات ہوتے ہیں، اور سنت سنت سے ایک احتمال کی تعیین کی جاتی ہے، اور کبھی کتاب اللہ کے ظاہری مفہوم سے ہٹ کر سنت سے کوئی مفہوم مراد لیا جاتا ہے، نیز سنت سے کتاب اللہ کے مطلق کی تقیید اور عام کی تخصیص کی جاتی ہے۔

احادیث قرآن سے زائد مسائل کی حامل ہو سکتی ہے، جب کہ بعض اہلِ علم کے ہاں حدیث میں وہی مسائل مذکور ہوتے ہیں جن کی اصل قرآن میں موجود ہو۔[23] تاہم اہلِ علم نے ابنِ قیمؒ کے نظریہ کو احق واصوب قرار دیا۔[24]

روایتِ حدیث میں حد درجہ احتیاط برتتے تھے، حدیثِ صحیح سے بڑے شوق سے استدلال کرتے تھے، مگر ضعیف حدیث سے استدلال سے بچتے تھے۔

حدیثِ مرسل کے بابت ابنِ قیمؒ کا متشددانہ نظریہ ہے، کہ جب تک حدیثِ مرفوع اس کی مؤید نہ ہو، اس سے استدلال نہیں کرتے تھے، جب کہ امام احمدؒ حدیثِ مرسل کو لیتے ہیں، لیکن اس کا درجہ حدیثِ ضعیف کا سا ہے، اور اقوالِ صحابہؓ سے درجہ میں متاخر سمجھتے ہیں۔

ابنِ قیمؒ کے ہاں احادیثِ صحیحہ میں تعارض نہیں ہوتا، اگر بظاہر تعارض ہوا، تو تین صورتیں ہوں گی، اول: دونوں حدیثوں میں ایک غلطی سے آپ ﷺ کی طرف منسوب ہوگی، جو دراصل حدیث نہیں۔ دوم: دونوں میں سے ایک حدیث دوسری کے لئے ناسخ ہوگی۔ سوم: یہ تعارض صرف فہمِ سامع کے باعث ہے، حقیقت میں یا حقیقی تعارض نہیں، جس کی وجہ سامع کا اس حدیث کے فہم پر عدمِ قادر ہونا ہے۔

ابنِ قیمؒ کی تحریرات سے اخبارِ آحاد اور تعاملِ اہلِ مدینہ میں ربط و تعلق تین طرح کا معلوم ہوتا ہے، مثلاً: اول: یہ

تعامل اگر خبرِ واحد کے موافق ہے، اور آپ ﷺ سے منقول ہے، تو یہ اس حدیث کی صحت کا ثبوت ہے، اور اگر آپ ﷺ سے منقول نہیں، بلکہ بطریقِ اجتہاد و استنباط معلوم ہوا ہے، تو حدیث ہذا کی قبولیت کا پہلو راجح سمجھا جائے گا۔ دوم : تعامل خبرِ واحد کے خلاف ہو، اور یہ تعامل آپ ﷺ سے ثابت ہو، تو یہ قابلِ عمل ہوگا، حدیث متروک العمل ہو گی، اور اگر آپ ﷺ سے منقول و ثابت نہ ہو، بلکہ بطریقِ اجتہاد علم ہوا ہو، تو خبرِ واحد قابلِ عمل ہو گی، اور تعامل ردّ ہوگا، تاہم جن اہلِ علم "کے ہاں اجتہاد پر مبنی اجماع کو حجت تصور کیا جاتا ہے ان کے نزدیک" یہ تعامل قابلِ عمل ہوگا۔ سوم :اگر تعامل حدیث کے موافق و مخالف نہ ہو، تو حدیث قابلِ عمل ہو گی۔[25]

ابنِ قیمؒ کے ہاں اہلِ مدینہ کا تعامل دو قسم کا ہے: مثلاً :۔ اول :جو عمل آپ ﷺ سے ثابت و منقول ہو، اور اس پر خلفائے راشدین اور صحابہؓ کا بھی عمل رہے، اس سے حدیث کو ترک کیا جاسکتا ہے۔ دوم : جو عمل عہدِ صحابہؓ کے بعد کا ہے، جو مفتیان کے فتاویٰ جات کی روشنی میں سامنے آیا، یہ حدیث کے مقابلے میں متروک ہے۔

ابنِ قیمؒ کے ہاں وہ اجماع حجت ہے جس کا مخالف نہ ہو، نیز اس مسائل میں نص نہ ہو، یعنی قرآن و سنت مقدم ہوں گے، اجماع تیسرے نمبر پر ہوگا۔[26]

ابنِ قیمؒ متعدد دلائل کی روشنی میں اقوالِ صحابہؓ (جن کا بظاہر کوئی مخالف نہ ہو) کو قابلِ حجت قرار دیتے ہیں، اور اس کے اثبات میں ایک عقلی دلیل بھی دیتے ہیں، مثلاً : صحابہؓ کے فتاویٰ اور اقوال عقلاً 6 وجوہ/احتمالات ہو سکتے ہیں :

اول : وہ قول صحابیؓ نے آپ ﷺ سے سنا ہو۔

دوم : دوسرے صحابیؓ سے سنا ہو۔

سوم : کسی آیتِ قرآنی سے سمجھا، مگر ہمیں فہم و رسائی نہ ہو سکی۔

چہارم : اس مسئلہ میں بہت سے صحابہؓ اس کے ہم نوا ہوں ہو سکتے ہیں، اگرچہ ہم اس صحابیؓ کے علاوہ کسی کے بابت نہیں جانتے۔

پانچواں : ممکن ہے کہ صحابیؓ لغت اور دلالتِ الفاظ میں کمالِ مہارت، یا مقرون بالخطاب قرائن عالیہ یا آپ ﷺ کی طویل مصاحبت کے سبب آپ ﷺ کے احوال، افعال و سیرت کے مطالعہ یا آپ ﷺ کے کلام کے سماع، معرفتِ مقاصد، نزولِ وحی کا مشاہدہ اور تاویل بالفعل کے وقت حضوریت کے باعث صحابیؓ نے مسئلہ کا جو حل سمجھا، وہ کسی دوسرے کے فہم سے دور ہے۔

یاد رہے، ان پانچ صورتوں میں صحابیؓ کا فتویٰ و قول قابلِ احتجاج ہوگا۔

ششم : صحابیؓ نے جو مفہوم و مطلب سمجھا، وہ یقیناً آپ ﷺ کا مقصد و مراد نہ تھا، بس صحابی کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوئی، ظاہر ہے کہ یہ قول قابلِ حجت نہ ہوگا۔[27]

اگر قولِ صحابیؓ کا دوسرا صحابی اختلاف نہ کرتا ہو، تو دو صورتیں ہیں، اول :اس کا یہ قول صحابہؓ میں مشہور ہو، جمہور فقہاء اس کو حجت و اجماع مانتے ہیں، دوم: مشہور نہ ہو، یا مشہور و غیر مشہور ہونے کا علم نہ ہو، تو صرف جمہور کے ہاں قابلِ احتجاج ہوگا[28]۔

ابنِ قیمؒ علم و فضل و علوّ مرتبت والے صحابہؓ کے تفقہ و فہم کو مقدم سمجھتے تھے، چنانچہ دو برابر درجہ کے صحابیوں کے اقوال میں سے کوئی قول بھی قابلِ ترجیح نہ ہوگا، ہاں کسی قولِ صحابی کے مخالف خلفائے راشدین کا قول (صحیح مسلک کے مطابق) راجح

ہوگا، نیز خلفائے راشدین میں سے جس طرف ابوبکرؓ ہوں گے، اس طرف کو ترجیح ہوگی۔[29]

صحابہؓ کے اختلافی اقوال/فتاویٰ کو ابنِ قیمؒ نے تین قسموں پر رکھا، اول: صحابہؓ کے فتاویٰ کو علم ومعرفت کی اساس ومعیار پر مقدم کریں گے، چنانچہ صحابہؓ میں خلفائے راشدین کو ترجیح، اور خلفائے راشدین میں شیخین کو ترجیح، اور شیخین میں ابوبکرؓ کو ترجیح ہوگی۔ دوم: جب برابر درجہ کے صحابہؓ آجائیں، تو کتاب وسنت کے قریب تر اقوال قابلِ ترجیح ہوں گے۔ سوم: جب برابر درجہ کے صحابہؓ ہوں، اور زیادۃ علم کے باعث تقدیم وترجیح کا عمل ناممکن ہو، نیز اقرب الی الکتاب والسنۃ کے حوالے سے بھی ترجیح غیر ممکن ہو، تو دونوں قول قابلِ احتجاج ہوں گے۔ نیز نصوص کی عدم موجودگی میں اتباعِ قولِ صحابی لازم ہوگی نفسانی خواہشات کے مقابلے میں۔

تابعین کے اقوال کے حوالے سے ابنِ قیمؒ کے دو قول ملتے ہیں، قابلِ احتجاج ہونا اور نہ ہونا، تاہم عدمِ حجیت کا نظریہ ابنِ قیمؒ کے نقطۂ نظر کی اصل میں ترجمانی کرتا ہے۔

ابنِ قیمؒ قیاس کے حوالے سے معتدل نظریہ رکھتے تھے (کیونکہ قیاس سے متعلق تین طرح کے نظریئے ہیں، منکرین، غالین اور معتدلین)، چنانچہ قیاس کے اثبات پر دلائل قائم کئے۔[30] اور قیاس کو دیگر اہلِ کی طرح تین قسموں پر رکھا، یعنی قیاس العلت، قیاس الدلالت اور قیاس الشبہ۔[31]

ابنِ قیمؒ کے ہاں شرعی احکام اوصافِ مناسبہ پر مبنی ہوتے ہیں، جب کہ اس کے برعکس ابنِ تیمیہؒ کے نزدیک شرعی احکام کی بناء اغراض اور مصالحِ مقصودہ پر ہوتی ہے۔[32]

ابنِ قیمؒ اور ابنِ تیمیہؒ کے ہاں شریعت میں کوئی مسئلہ خلافِ قیاس نہیں، جیساکہ اکثر حضرات کہہ دیتے ہیں: یہ مسئلہ خلافِ قیاس ہے۔[33]

دونوں حضرات صحابہؓ کے غیر اختلافی مسائل کو قیاس کے موافق تصور کرتے ہیں۔[34]

استصحاب حنفیہؒ کے ہاں صرف دفعِ حقوق کا فائدہ دیتا ہے اثبات کا فائدہ نہیں دیتا، جب کہ ابنِ قیمؒ کے ہاں دونوں کا فائدہ دیتا ہے جیساکہ شوافع اور حنابلہ کا بھی مسلک ہے۔[35]

ابنِ قیمؒ "مصالحِ مرسلہ" کو دلیلِ شرعی مانتے ہیں،[36] تبھی حاکم کو بعض چیزوں کے نرخ مقرر کرنے کا اختیار دیتے ہیں۔

ابنِ قیمؒ "باب سدِّ الذرائع" سے استدلال کرنے امام احمدؒ وابنِ تیمیہؒ کی طرح بڑے اہتمام وتفصیل سے کام لیتے ہیں، چنانچہ "اعلام الموقعین" میں 17 مثالیں لائی ہیں، نیز "سدالذرائع" کو دینِ اسلام کے ایک چوتھائی مسائل کا مبنیٰ قرار دیا۔[37] نیز محرمات تک پہنچنے کے ذرائع کا انسداد ومنع کے ساتھ مقاصد ومطالب ومحلّلات تک پہنچنے کے وسائل کو بھی مطلوب کے درجہ میں شمار کرتے ہیں، اور ذرائع کی چار قسمیں بیان کیں۔[38]

ابنِ قیمؒ "عرفِ عام" کو معتبر سمجھتے ہیں، کہ تمام ممالک میں زمان ومکان کے عرف کے اختلاف سے شرعی مسائل میں تبدیلی آسکتی ہے، تبھی کہتے ہیں: "ہر شہر میں اہلِ شہر کے عرف کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا، اور ہر شخص کو فتویٰ دیتے وقت اس کے عرف وعادت کو پیشِ نظر رکھا جائے گا، نیز "دعاوی" کو عرف کے اعتبار سے تین قسم پر تقسیم کرتے ہیں،[39]"۔

ابنِ تیمیہؒ کی طرح ابنِ قیمؒ نے بھی معتزلہ، جبریہ اور معطّلہ کے خلاف اعلانِ جنگ کیا، اور متعدد قیمتی کتابیں تصنیف کیں، ے تصوف میں بھی اصلاحی سطح کی (مدارج السالکین شرح منازل السائرین) تصنیف فرمائی۔

عقائد کے باب میں ابنِ قیمؒ کا استدلال نہایت لطیف ہے کہ ساری کائنات کا وجود میں آنا اور تاحال بغیر ٹکراؤ، تعطّل وانکار وخرابی کے مسلسل چلتے آنا وجودِ باری تعالیٰ اور وحدہٗ لاشریک ہونے کی واضح دلیل ہے۔[40]

صفاتِ باری تعالیٰ کے حوالے سے اشعری کی طرح صرف سات صفات (قدرت، ارادہ، علم، حیات، سمع، بصر اور کلام) کے ہی قائل نہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ جتنی زیادہ صفاتِ کمال ازلی ہوں گی، اتنی زیادہ اللہ کی حمد ہوگی، چنانچہ کہتے ہیں کہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ بھی صفاتِ کمال پر دلالت کرتے ہیں، نیز ابنِ قیمؒ نے کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ مخلوقاتِ علوی و سفلی کو بھی ذاتِ خداوندی کے مجموعۂ صفاتِ کمال ہونے کی دلیل ٹھہرایا ہے، گویا ان کے ہاں اثباتِ صفات کے طرق میں سے یہ بھی ایک طریق ہے۔[41]

متشابہات کے حوالے سے ابنِ قیمؒ کا نظریہ تنزیہہ اور عدمِ تاویل پر مبنی ہے، اور دو اصولوں پر مبنی ہے، اول: آیت "لیس کمثلہ شیء" کے تحت خدا کو حوادث کی مشابہت سے پاک سمجھنا۔ دوم: آیات کے ظاہری مفہوم پر ایمان لاتے ہوئے ان کی تاویل سے باز رہنا، نیز آیاتِ متشابہات کے بابت ابنِ قیمؒ صحابہؓ سے متاثر ہو کر یہ نظریہ اختیار کیا، کہ خدا کے اسماء وصفات میں صحابہؓ کا کوئی اختلاف نہ تھا، اگرچہ شرعی مسائل میں مختلف الخیال ہوتے تھے، کچھ حضرات نے (ابوالحسن تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی الکبیر 756ھ نے السیف الصیقل میں، اور شیخ محمد زاہد الکوثریؒ نے) ابنِ قیمؒ پر تشبیہ و تجسیم کے اتہامات لگائے، مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ ان سے بری ہیں۔[42]

ابنِ قیمؒ افعال العباد کے حوالے سے قدریہ، جبریہ اور، معتزلہ پر ردّ کرتے ہوئے بندے کے جملہ افعال کو خدا کے افعال کا نتیجہ اور اس کا انفعال/اثر قرار دیتے ہیں، نیز بندہ کے لئے قوتِ ارادی کے قائل ہیں، جس کے ذریعے اچھے اعمال کی طلب اور برے اعمال سے منع وبچاؤ حاصل کیا جاتا ہے[43]۔

ابنِ قیمؒ نے رؤیتِ باری تعالیٰ کے حوالے سے اہلِ جنت کے لئے اثبات کرتے ہوئے دلائل کے انبار لگائے، اور معتزلہ، مجسمیہ، مشبّہ اور معطّلہ وغیرہ فرقوں پر خوب ردّ فرمایا۔[44]

ثواب وعذاب اور حسن وقبح (عقلی) کے حوالے سے ابنِ قیمؒ کا نظریہ یہ ہے کہ ثواب وعقاب شرعی ہیں، اور شارع کے اوامر ونواہی پر موقوف ہیں، نہ کہ عقل پر۔ جب کہ افعال میں حسن وقبح عقلی ہے، عقل وفطرت اس کا ادراک کرتی ہے، گویا ابنِ قیمؒ نے عقلِ انسان کو اس کا جائز حق اس شرط کے ساتھ دیا، کہ وہ اپنے دائرۂ اختیار اور حدود سے متجاوز نہ ہو، یہ مسئلہ آپ نے "مفتاح دار السعادۃ، مدارج السالکین[45]، شفاء العلیل، تحفۃ المنازلین بجوار رب العلمین" میں لایا۔

تصوف میں اصلاح وارشاد کے نقطۂ نظر کو اپنایا، خاص کر بعض جاہل صوفیاء کے اسقاطِ شریعت کے نظریہ پر اور ابنِ عربیؒ کے نظریہ "وحدت الوجود[46]" پر سخت تنقید کی، نیز تصوف میں ابنِ قیمؒ کے مصادر وماٰخذ یہ ہیں: قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی، آثارِ صحابہؓ، استفادات (فرمودات ومشاہدات) از ابنِ تیمیہؒ، اقوالِ (ارشادات) صوفیہ، چنانچہ "مدارج السالکین[47]، روضۃ المحبین، اغاثۃ اللھفان" میں خوب بحثیں فرمائیں، عقیدہ "وحدت الوجود" ابنِ قیمؒ کے ہاں تین وجوہ سے باطل ہے، اول: ذاتِ باری تعالیٰ قدیم ہے تو کائناتِ ارضی حادث اس کی اس سے کیا اور کیسے مماثلت واتحاد ہوگا؟ دوم: اس عقیدہ سے احکامِ شرعیہ کا بطلان لازم آتا ہے، سوم: اللہ کی صفتِ ربوبیت کا سقوط لازم آتا ہے[48] نیز حقیقت وطریقت اور شریعت میں امتیاز کرنے والوں پر کڑی تنقید کرتے ہوئے فرمایا: شریعت خدا کی عبادت (اوامر ونواہی کے تقاضوں کی تکمیل) کا نام ہے، اور طریقت وحقیقت خدا کی صفات

کامشاہدہ کرنے کانام ہے[49] یہ بھی فرمایا: سالک کو ہر حال میں علم و معرفت کی پیروی کرنی چاہیئے، نہ کہ اپنے ذوق و شوق کی، کہ جو نفس و من میں آیا، جائز و روا کر تا گیا[50]۔اسی طرح عبادات کے غیر شرعی طریقوں (کہ عبادات کی حدود سے تجاوز کرکے) پر بہت ردّ فرمایا[51]۔ابنِ قیمؒ نے علامہ ھرویؒ کی کتاب "منازل السائرین" کی شرح "مدارج السالکین" لکھی، جس میں درج ذیل باتوں میں ان سے اختلاف کیا:۔ترتیبِ مقاماتِ سالک، توحید و فکر، صبر و محبت، غمّ حزن کے منازلِ تصوف میں شامل ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے، طلبِ علم کے سالک کے لئے سنگِ راہ ہونے یا نہ ہونے میں، مشاہدہ مکاشفہ میں۔[52]

المختصر ابنِ قیمؒ نے تصوف کے حوالے سے چند چیزوں کی خصوصاً اصلاح فرمائی، مثلاً: نظریہ وحدت الوجود، شرعی اُحکام کا اسقاط، حقیقت و طریقت اور شریعت کے درمیان امتیاز کرنا، غیر شرعی عبادات کا ارتکاب، تحکیمِ ذوق اور ترکِ علم، نیز تصوف کو حشو و زائد سے پاک کرنے کے ساتھ صوفیہ کی اصطلاحات و مبادی (مثلاً: علمِ یقین، عینِ یقین، حقِ یقین، فناء یعنی ماسوی اللہ کے وجود/شُہود/ارادہ سے فناء ہونا، وغیرہ، درجۂ صحو محبت میں کمال حاصل کرنے والوں کو ملتا ہے) کی تعریف و تحدید بھی فرمائی، اور ان کے مقاصد بھی واضح کئے[53]۔ابنِ قیمؒ نے اہتمامِ قلب، معرفت و سعادت پر بھی بہت زور دیا۔[54]

ابنِ قیمؒ انسان کو مادیت سے چھڑا کر عالمِ روحانیت کی طرف لے جانا چاہتے تھے، چنانچہ لذّات کی تین قسمیں (جسمانی، خیالی و فرضی، روحانی) کیں۔[55] آپ "مروّت" (مروت اپنے نفس سے، مخلوقات سے، اللہ تعالیٰ سے) کو منازلِ تصوّف و اخلاق میں شمار کرنے میں منفرد ہیں۔[56]

ابنِ قیمؒ کے ہاں معرفت محبت کے مقابلہ میں قابلِ ترجیح اور مقدم ہے، اور دل میں دو قوتیں (علم و تمیز کی قوت، محبت و ارادہ کی قوت) بتلائیں، نیز دین اسلام کے صرف ظاہری احکام پر ہی عمل نہ ہو، بلکہ دین کی اصل روح کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔[57]

آپ نے فصاحت و بلاغت کے حوالے "کتاب الفوائد المشرق الیٰ علوم القرآن و علم البیان" تصنیف فرمائی۔ حیلہ جات کے نام پر شرعی احکام کا مزاق اڑاتے اور اور شارع کے مقاصد کو قربان کرنے والوں کی خوب خبر لی۔

یاد رہے! ابنِ قیمؒ کی اکثر کتب میں بہت سے مسائل تکرار کے ساتھ پائے جاتے ہیں، کیا خوب ہو کہ ان مکرّرہ مسائل کو الگ سے یکجا کر دیا جائے، تو بہت فائدہ ہو۔

نتائج البحث :

1. حافظ ابنِ قیمؒ کے آباء وابناء واخوان بلکہ گھرانہ ہی مقتدر علمی شخصیات تھے۔
2. آپ کے اساتذہ اور شاگردان میں مایۂ ناز، عبقری علمی شخصیات موجود ہیں۔
3. آپ تحریر و تقریر میں کمال درجہ کی صفات و کمالات کے حامل تھے۔اور علوم وفنون میں جامع تھے۔
4. شخصی، جمودی/اندھی تقلید (باطل) پر سخت ردّ کرتے تھے، اور مسائل کے حل و سلجھاؤ میں مضبوط خداداد صلاحیتوں میں سے بھرپور فائدہ لیتے ہوئے نقلاً وعقلاً جداگانہ انداز میں استدلال واجتہاد کرتے تھے، عقلی استنباطات کا رنگ اکثر وغالب نظر آتا ہے۔
5. ابحاث میں فقہ وادراک اور تنوّعِ ثقافت ومسائل کا انبار لگا دیتے تھے۔
6. بیان و تصنیف کے حوالے عمومی طرزِ فکر ونظر میں سب سے جداگانہ انداز و شخصیت کے حامل ہیں۔

7. آپ کی تصانیف،اصول اور طرزِ فکر و نظر سے عصرِ حاضر کے تقاضوں اور چیلنجز کے حل میں بہت مدد مل سکتی ہے۔خاص کر مسائلِ جدیدہ کے حل کے حوالے سے لزومِ تقلید جمودی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نصوص دلالاتِ اربعہ کے ذریعے استنباط واجتہاد کرنا۔
8. ایک باریک بین، نکتہ شناس،اور متنوّع المسائل مزاج، باذوق مجتہد و محقق کے لئے آپ کی تصانیف وانداز مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے، جن کے مطالعہ اور غور و فکر سے قرآنی علوم اور روایات وفقہ سمیت کئی اہم علوم وفنون میں گہری بصیرتِ تامہ، کمالِ مہارت اور شرحِ صدر حاصل ہو سکتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

[1]: "البدایہ والنہایہ"میں حافظ ابنِ کثیرؒ نے الذرعی (ذال کے ساتھ) لایا،جو غلطی ہے۔

[2]: انسائیکلوپیڈیا آف اسلام،ج: 1،ص: 268

Encyclopedia of Islām, Vol:1, P:268

[3]: ابنِ رجبؒ الحنبلی، طبقات الحنابلة، دارالکتب المصریة، ص: 593

Ibn Rajab, Ḥambalī, Ṭabqāt al Ḥambalī, (Nāshir: Dār al Kutub al Miṣriyyah), P:593

[4]: عبدالعظیم، عبدالسلام شرف الدین، حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، مترجم و محشیٰ پروفیسر غلام احمد حریری، شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز لاہور، 1989ء ، "ابن قیم الجوزیہؒ حیاتہ وآثارہ "للشیخ المفضال بکر بن عبداللہ أبوزید، "ذیل طبقات الحنابلہ "لابنِ رجب الحنبلیؒ (2/447-452)، "البدایة والنهایة"للحافظ ابنِ کثیرؒ (14/246-2499)، "شذرات الذهب" (6/168-170)، "الدررالكامنة" 4(/21-23)،الوافی بالوفیات۔(2/270)

ʹAbd al ʹAẓīm, ʹAbd al Salām Sharaf al Dīn, Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, (Nāshir: Shaykh Ghulām and suns Publishers Lahore, 1989ac) / Al Wāfī Bil Wāfiyaāt, Vol:2, P:270

[5]: تفصیل کے لئے: حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص: 132-149

See:Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, PP:132-149

[6]: استاذ محمود رزق سلیم، عصر سلاطین الممالیک، ص: 262-263

Teacher Māhmūd, Razq Salīm, ʹAṣr Slāṭī al Mamālīk, PP:262,263

[7]: حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص: 104-111

Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, PP:104-111

[8]: السباء، الآیہ: 6

Al Sabā, Al Āyah: 6

[9]: حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص: 152

Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, P:152

10: حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص: 150-173

Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, PP: 150-173

11: حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص: 179-180، اعلام المؤقعین، ج: 3، ص: 153-154

Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, PP: 179,180 / 'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, PP:153,154

12: اعلام المؤقعین، ج: 3، ص: 156

'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, PP:156

13: اقامۃ الدلیل علیٰ ابطال التحلیل، ص: 85-86

'Iqāmah al Dalīl 'Alā 'Ibṭāl al Taḥlīl, P:85,86

14: اعلام المؤقعین، ج: ، ص: 254-377

'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, PP:254-277

15: اعلام المؤقعین، ج: 3، ص: 119

'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, PP:119

16: حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص: 258

Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, P: 258

17: حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص: 268

Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, P: 268

18: زاد المعاد، باب الخلاف فی تفسیر الاقراء، ج: 4، ص: 281

Zād al Ma'ād, Bāb al Khilāf Fī Tafsīr al Aqrā,, Vol:4, P:281

19: پروفیسر محمد ابوزہرہ، حیات ابنِ حنبلؒ، ص: 235

Professor Muḥmmad Abū Zuhrah, Ḥayāt e Ibn Ḥambal, P:235

20: پروفیسر محمد ابوزہرہ، حیات ابنِ تیمیہؒ، ص: 453-508

Professor Muḥmmad Abū Zuhrah, Ḥayāt e Ibn Taymiyyah, PP:453-508

21: حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص: 302-305

Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, PP: 302-305

22: اعلام المؤقعین، ج: 2، ص: 379

'I'lām al Mūqinīn, Vol:2, PP:379

23: اعلام المؤقعین، ج: 2، ص: 280

'I'lām al Mūqinīn, Vol:2, PP:280

24: حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص: 338

Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, P: 338

25: اعلام المؤقعین، ج: 1، ص: 32-43

'I'lām al Mūqinīn, Vol:1, PP:32-43

26: اعلام المؤقعین، ج: 1، ص: 32-33

'I'lām al Mūqinīn, Vol:1, PP:32-33

[27]: اعلام المؤقعین : ج:3، ص:381-402

'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, PP: 381-402

[28]: اعلام المؤقعین ،ج:3، ص:3-9

'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, PP: 3-9

[29]: اعلام المؤقعین ،ج:1، ص:31

'I'lām al Mūqinīn, Vol:1, P:31

[30]: اعلام المؤقعین ،ج:1، ص:99

'I'lām al Mūqinīn, Vol:1, P:99

[31]: اعلام المؤقعین،ج:1، ص:159-176

'I'lām al Mūqinīn, Vol:1, PP:159-176

[32]: اعلام المؤقعین،ج:1، ص:236-241

'I'lām al Mūqinīn, Vol:1, PP:236-241

[33]: اعلام المؤقعین،ج:2، ص:84، 102-104، القیاس فی الشرع الاسلامی لابنِ تیمیہؒ، ص:51، مطبع القاہرہ، ص:6-28، 7-29

'I'lām al Mūqinīn, Vol:2, PP:84, 102-104

[34]: اعلام المؤقعین،ج:2، ص:164-165، القیاس فی الشرع الاسلامی لابنِ تیمیہؒ، ص:51، مطبع القاہرہ، ص:64-66

'I'lām al Mūqinīn, Vol:2, PP:164,165

[35]: اعلام المؤقعین،ج:2، ص:28

'I'lām al Mūqinīn, Vol:2, P:28

[36] الطرق الحکمیۃ، ص:16

Al Ṭuruq al Ḥukmiyyah, P:16

[37]: اعلام المؤقعین،ج:3، ص:135، فتاویٰ ابنِ تیمیہؒ للشیخ ابنِ تیمیہؒ،ج:3، ص:139

'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, P:135

[38]: اعلام المؤقعین،ج:3، ص:130

'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, P:130

[39]: اعلام المؤقعین،ج:3، ص:60، الطرق الحکمیہ، مطبعہ الآداب 87تا89

'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, P:60

[40]: مدارج السالکین، مطبع المنار،ج:1، ص:32-33، مفتاح دار السعادۃ ج:1، ص:315

Madārij al Sālikīn, (Nāshir: Maṭba' al Manār), Vol:1, P:32,33

[41]: مدارج السالکین،ج:3، ص:287-288

Madārij al Sālikīn, Vol:3, P: 287,288

[42]: اعلام المؤقعین،ج:3، ص:467، حیاتِ حافظ ابنِ قیمؒ، ص:506-507

'I'lām al Mūqinīn, Vol:3, P:467 / Ḥayāt e Ḥāfiẓ Ibn e Qayyim, PP: 506,507

[43]: شفاء العلیل: ص:134-135

Shifā' al 'Alīl,, PP:134, 135

44: مدارج السالکین، ج: 2، ص: 43-44

Madārij al Sālikīn, Vol:2, PP:43,44

45: مدارج السالکین، ج: 1، ص: 127

Madārij al Sālikīn, Vol:1, P;127

46: ابنِ عربیؒ، فصوص الحکم، ص: 103-104

Ibn 'Arabī, Fuṣūḥ al Ḥikam, P:103,104

47: مدارج السالکین، ج: 1، ص: 296-297

Madārij al Sālikīn, Vol:1, PP:296,297

48: مدارج السالکین، ج: 1، ص: 83

Madārij al Sālikīn, Vol:1, P:83

49: مدارج السالکین، ج: 2، ص: 208

Madārij al Sālikīn, Vol:2, P:208

50: مدارج السالکین، ج: 1، ص: 281

Madārij al Sālikīn, Vol:1, P:281

51: مدارج السالکین، ج: 1، ص: 93-94

Madārij al Sālikīn, Vol:1, PP:93,94

52: مدارج السالکین، ج: 1، ص: 72

Madārij al Sālikīn, Vol:1, P:72

53: مدارج السالکین، ج: 1، ص: 74

Madārij al Sālikīn, Vol:1, P:74

54: اغاثۃ اللھفان، ص: 3-15، روضۃ المحبین، ص: 118-119

'Ighāthah al Lahfān, PP:3-15 / Rawḍah al Muḥibbīn, PP:188,119

55: روضۃ المحبین، ص: 179

Rawḍah al Muḥibbīn, P:179

56: روضۃ المحبین، ص: 179

Rawḍah al Muḥibbīn, P:179

57: مدارج السالکین، ج: 3، ص: 224، اغاثۃ اللھفان، روضۃ المحبین، ص: 432

Madārij al Sālikīn, Vol:3, P:224